فہرست

عنوانات نمبر شمار

خواتین کا عالمی دن

شیرِ خدا کی شیر دل بیٹی

مبارک ترین گھرانہ

پیارے نانا جان کی جدائی

آگہی اور شعور کی منزلیں

میں ثانی زہراؓ ہوں

صدمات کا آغاز

کرب وبلا کی جانب

شام غریباں اور زینبؓ کا کردار

ہر دور کے یزید کو شرمسار کرنے والے خطبات

لٹے پٹے قافلے منزل کی تلاش میں

جنت کی مسافر

خاندانِ نبوت کی خواتین

دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عورت کا کردار

کاشانۂ نبویؐ کے چند مناظر

حضرت فاطمۃ الزہرہؓ نمونۂ کاملہ

رموزِ بے خودی کلیاتِ اقبال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خواتین کا عالمی دن

یہ آٹھ مارچ 1907ء ہے۔ نیویارک میں لباس سازی کی صنعت سے وابستہ سینکڑوں کارکن خواتین نے مردوں کے مساوی حقوق اور بہتر حالات کار کے لیے زبردست مظاہرہ کیا۔ ان کا مطالبہ تھا کہ دس گھنٹے محنت کے عوض معقول تنخواہیں دی جائیں۔ ان کے اس احتجاج پر پولیس نے لاٹھی چارج کیا۔ ٹھیک ایک سال بعد ۸ مارچ 1908 کو پھر یہ خواتین سڑکوں پر نکل آئیں اور بچوں کے جبری مشقت کے خلاف اور انتخابات میں خواتین کے ووٹ کے حق میں پھر مظاہرہ کیا۔ اس مظاہرے پر بھی حکومتی مشینری نے پولیس کے ذریعے تشدد کیا، گھڑسوار پولیس نے سڑکوں پر خواتین کو زدوکوب کیا۔ بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا اور جیلوں میں بند کر دیا۔ 1909 میں یہ طے پایا کہ ہر سال فروری کے آخری اتوار کو خواتین کے عالمی دن کے طور پر منایا جائے گا۔ 1910 میں کوپن ہیگن میں سوشلسٹ انٹرنیشنل کے اجلاس میں ۱۷ ممالک سے تعلق رکھنے والی ایک سو خواتین نے شرکت کی۔ 1911 میں ۱۹ مارچ کو خواتین کا عالمی دن یورپ میں جوش و خروش سے منایا گیا۔ 1913 اور 1914 میں جنگِ عظیم کی وجہ سے خواتین کے اس دن پر کوئی بہت توجہ نہ رہی کہ جنگ کے بادل گھرے ہو چکے تھے۔

فروری 1917ء میں روس میں خواتین نے اپنے حقوق کے لیے زبردست احتجاج کیا اور ۲۳ فروری کو ووٹ کا حق حاصل کیا۔ 1939 سے 1945 تک دوسری جنگِ عظیم برپا رہی۔ 1957 میں چین نے خواتین کا عالمی دن منانے کا اعلان کیا۔ 1977 میں اقوامِ متحدہ نے قرارداد پاس کر کے خواتین کے عالمی دن کو منانے کا اعلان کیا اور تب سے دنیا میں ۸ مارچ خواتین کے عالمی دن کے طور پر منایا جا رہا ہے۔

مسلمان ملکوں میں عورت کے حقوق کے حصول کی جدوجہد جاری رہی ہے مگر چونکہ امتِ مسلمہ کے زوال کے اس دور میں کہ جب زمانہ اسلام کی برکات سے مستفید نہیں ہو رہا اور مسلمان عورت تہذیبوں کی کشمکش میں ایک ایسے دوراہے پر کھڑی ہے جہاں ایک طرف جدید تہذیب آندھی اور طوفان کی طرح اُس سے نسوانیت کا غرور، حیا کا چلن، عورت پن اور ممتا سب کچھ چھین لینے کے درپے ہے تو دوسری طرف جاہلانہ رسوم و رواج اسے وہ بنیادی حقوق بھی نہیں دے رہے جو عورت کا حق ہے اور جن غلط رسوم و رواج کی زنجیروں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نجات عطا کی تھی۔ اسی لیے موجودہ دور عورت کے لیے بے چینی، اضطراب اور پریشانی لے کر آ رہا ہے۔

انسانی زندگی کے بارے میں ہر پل رویے تبدیل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ صدیوں پرانا خاندان کا مستحکم ادارہ اور اس میں عورت کا مقام کمزور ہوتا چلا جا رہا ہے۔ بچے اپنی ماؤں سے وقت نہ ملنے کے سبب عدم تحفظ کا شکار ہو رہے ہیں خاندان کی تباہی کے منفی اثرات نسلِ نو پر مرتب ہو رہے ہیں۔ عورت کو آزادی، مساوات اور

ترقی کے نام پر دھوکہ دے کر اور ان خوشنما نعروں کی آڑ میں محبت اور حفاظت کے حصاروں سے باہر دھکیل کر تنہائی کے عذابوں اور معاش کے گردابوں میں مبتلا کیا جا رہا ہے۔

بین الاقوامی سطح پر حقوق نسواں کے لیے کی جانے والی کوششوں اور ان کے اثرات پر بحث کرنے کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس کے اثرات صرف مغربی عورت تک محدود نہیں رہے بلکہ مشرقی اور مسلمان عورت بھی اس کی زد میں آ چکی ہے۔ اس تبدیلی اور چیلنج سے نبرد آزما ہونے کے لیے ایک مسلمان عورت کا کردار کیا ہونا چاہیئے؟ یہ وہ سوال ہے جس کا جواب پانے کی کوشش ہم سب کی ذمہ داری ہے۔

اس سوال کے جواب میں سوچ و بچار کی گئی کہ پوری دنیا میں اُمتِ مسلمہ کی تاریخ کے روشن کرداروں سے، خصوصاً اُمہات المومنینؓ اور خاندانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روشن میناروں سے آج کی نوجوان نسل بالکل ناواقف ہے۔ ان کو اگر کوئی معلومات ملتی بھی ہیں تو ان کو اپنے لیے مثال بنانا اور انہیں آج کے دور پر منطبق کرنے میں مشکلات پیش آتی ہیں۔ اس لیے ایک مشاورت میں طے ہوا کہ ہر سال عالمی یومِ خواتین پر تاریخ اسلام کی روشن قندیلوں سے آج کی نسل کو واقف کرانے کے لیے ان کے روشن کرداروں کو عنوان بنایا جائے گا۔ ہم پچھلے سالوں سے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت فاطمۃ الزہراؓ اور خاندان نبوت کی دیگر خواتین کو عنوان بنا چکے ہیں۔

عورت کے عالمی دن کے موقع پر اس سال حضرت زینبؓ بنتِ علیؓ جو خاتون کربلا کا لقب حاصل کر چکی ہیں، کو بطورِ نمونہ عمل پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں، تاکہ آج کی عورت اُن خوبیوں سے اپنے کردار کو منور کر سکے جو ان عظیم الشان ہستیوں کو زندہ و جاوید بنا چکی ہیں۔ عورت کی ترقی کا راز، خاندان کے ادارہ کے لیے، ان روشن چراغوں کی سیرت پر عمل کرنے میں پنہاں ہے۔

اُمید ہے کہ ان کے عمل کی یہ روشنی ہماری آنے والی نسلوں کے لیے بھی آفتابِ تازہ کی کرنوں کی مانند روشنی اور توانائی کا ذریعہ بنے گی۔ اُمت کے درماندہ قافلے ان سے رہنمائی لیتے ہوئے منزل کی جانب آگے بڑھیں گے۔

دعاؤں کی طالبہ

ڈاکٹر سمیحہ راحیل قاضی

شیرِ خدا کی شیر دل بیٹی

سارے مرد، سارے بڑے، سارے بہادر شہید کر دیئے گئے۔ اب قافلے میں بچے تھے یا پریشان حال عورتیں تھیں۔ یہ قافلہ جو کوفہ والوں کی دعوت پر اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے اپنے حسینؓ کی قیادت میں روانہ ہوا تھا، کربلا میں تہہ تیغ کر دیا گیا تھا، سردار سے محروم کر دیا گیا تھا، سنبھالنے اور رہنمائی کرنے والا کوئی نہیں تھا، چاروں طرف خوف تھا، تاریکی تھی، جبر کی آندھی تھی، ظلم کا طوفان تھا اور موت کا سکوت تھا۔ ایسے میں لٹے قافلے کی وہ شہسوار اُٹھی اور قیادت کا پرچم ہاتھ میں تھام لیا۔

جب بڑی بڑی معتبر زبانیں گنگ ہو چکی تھیں، یزید اور ابن زیاد کا ظلم سر چڑھ کر بول رہا تھا، جھوٹ اور فریب کا عفریت سب کچھ اپنی گرفت میں لے چکا تھا اور کوفہ کی گلیوں میں خوشی کے شادیانے بجائے جا رہے تھے، نقارچی اعلان کر رہے تھے کہ کوفہ پر حملہ آور ہونے والی خارجیوں کی جماعت قتل کر دی گئی ہے۔ حملہ ناکام بنا دیا گیا ہے اور اب ان کے اہلخانہ کو لایا جا رہا ہے اور جب چشم فلک یہ منظر دیکھ کر رو پڑا تھا کہ خانوادہ رسول ﷺ کی پاک بیبیاں کوفہ کی گلیوں میں گھمائی جا رہی تھیں۔ انہیں ۵۶ میل کا طویل فاصلہ پیدل طے کروا کر لایا گیا ہے۔ ایسے میں حنانہ کی مسجد میں جب شہیدوں کے سروں کی طرف اشارہ کر کے ملعون ابن زیاد بولا:

دیکھو میں نے ان کا کیا حشر کر دیا، اب کوئی ان کا نام لینے والا نہ ہوگا۔

تب اس خوب و دہشت کے ہولناک لمحے وہ بارعب اور باوقار آواز گونجی۔ وہ خوف سے پاک اور لرزش سے محروم آواز، کٹی گردنوں کو سامنے دیکھنے کے باوجود بس اللہ کے خوف میں ڈوبی آواز، ابن زیاد ذرا باہر سے آتی اذان کی آواز سنو، اس میں میرے آباؤ اجداد کا نام لیا جا رہا ہے اور قیامت تک لیا جاتا رہے گا جبکہ تمہیں اور تمہارے بڑوں کو کوئی جاننے والا تک نہ ہوگا۔ یہ آواز تھی حضرت زینبؓ کی آواز، جن کا دل اللہ کے سوا ہر خوف سے خالی تھا۔ بے نیاز، بہادر، جرأت مند اور پاکیزہ۔

آج بھی چاروں طرف کرب و بلا کا دور دورہ ہے۔ حضرت زینبؓ کی پکار آج کے دور کے کرب و بلا کو سر کرنے کا پیغام ہے۔ وہی جرأت، وہی عزم، وہی شجاعت اور باطل کے سامنے سر نہ جھکانا، حضرت زینبؓ کا دیا ہوا وہ سبق ہے جو قیامت تک ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔

مبارک ترین گھرانہ

سیدہ زینب کبریٰؓ نے زمین کے مبارک ترین گھرانے میں پرورش پائی، نانا رحمۃ اللعٰلمین ﷺ، نانی حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، اولین اُم المؤمنین اور اولین مسلمان، والد اللہ کی تلوار علی حیدر کرارؓ، والدہ سید النساء، جنتی عورتوں کی سردار حضرت فاطمۃ الزاہراؓ تھیں۔ ان کے بھائی جوانان جنت کے سردار حضرت امام حسنؓ ،حسینؓ شہید کربلا تھے تو چچا محبوب رسول ﷺ سیدنا جعفر طیارؓ شہید موتہ تھے۔ حضرت زینبؓ مستند روایات کے مطابق جمادی الاولیٰ ۵ ہجری میں پیدا ہوئیں۔ حضور نبی کریم ﷺ اس وقت مدینہ منورہ میں موجود نہیں تھے، تین دن بعد تشریف لائے۔ بچی کو گود میں لیا تو ٹپ ٹپ آنکھوں سے آنسو مبارک گرنے لگے کہ یہ شبیہ خدیجہؓ ہے اور یہ زین اب یعنی باپ کی زینت ہے۔ انہوں نے اس خوبصورت گھرانے کی روایات کے ساتھ ہی پرورش پائی۔ حضرت فاطمہؓ کے متعلق اقبال فرماتے ہیں کہ:

آن ادب پروردہ صبر و رضا　　　آسیا گردان ولب قرآن سرا

(آپؑ نے صبر و رضا کی ادب گاہ میں پرورش پائی تھی، ہاتھ چکی پیستے اور لبوں پر قرآن کی تلاوت ہوتی تھی۔)

وہ چکی پیستے وقت قرآن کی تلاوت کر رہی ہوتی تھیں۔ یہی آداب اپنی ہونہار بیٹی کو بھی سکھائے۔ تلاوت کرتے وقت ایک دن سر سے اوڑھنی ڈھلک گئی، حضرت فاطمہؓ نے توجہ دلائی کہ بیٹا اللہ کا کلام ننگے سر نہیں پڑھتے۔ ایک دن بچوں کی آپس میں لڑائی ہوگئی تو اماں فاطمہؓ نے سرزنش کی کہ اللہ لڑنے والوں سے ناراض ہو جاتا ہے، تو بچوں نے فوراً صلح کر لی اور عہد کیا کہ آئندہ نہیں لڑیں گے۔ امی نے خوش ہو کر گلے لگا یا۔

★...★...★

پیارے نانا جان کی جدائی

حضور نبی کریمؐ کے دنیا سے رخصت ہونے کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنی لختِ جگر حضرت فاطمہؓ کو کہا کہ بچوں کو بلاؤ۔ اپنے شفیق نانا کو دیکھ کر بچے رونے لگے۔ حضرت زینبؓ نے سینہ مبارک پر سر رکھا اور سسک پڑیں۔ آپ ﷺ نے ان کا ماتھا چوما اور دلاسا دیا۔ حضور ﷺ کی رحلت کے وقت حضرت زینبؓ چھ سال کی تھیں اور صرف چھ ماہ کے بعد شفیق ماں کی شفقت سے بھی محروم ہوگئیں۔ ان پے در پے صدمات کی وجہ سے ننھی زینبؓ بہت غمگین رہنے لگیں۔ حضرت علیؓ نے تعلیم و تربیت کی ذمہ داری خود سنبھالی اور جب معلم ”شیر خدا اور علم کا دروازہ“ ہو، تو شاگردوں کی خوش بختی کا کیا ٹھکانہ۔ چنانچہ قلیل عرصہ میں اپنے بچوں کے سینے علم و حکمت کے موتیوں سے بھر دیئے۔

مبارک ترین گھرانہ

سیدہ زینب کبریٰؓ نے زمین کے مبارک ترین گھرانے میں پرورش پائی، نانا رحمۃ اللعلمین ﷺ، نانی حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، اولین اُم المؤمنین اور اولین مسلمان، والد اللہ کی تلوار علی حیدر کرارؓ، والدہ سید النساء، جنتی عورتوں کی سردار حضرت فاطمۃ الزاھراؓ تھیں۔ ان کے بھائی جوانان جنت کے سردار حضرت امام حسنؓ، حسینؓ شہید کربلا تھے تو چچا محبوب رسول ﷺ سیدنا جعفر طیارؓ شہید موتہ تھے۔ حضرت زینبؓ مستند روایات کے مطابق جمادی الاولی ۵ ہجری میں پیدا ہوئیں۔ حضور نبی کریم ﷺ اس وقت مدینہ منورہ میں موجود نہیں تھے، تین دن بعد تشریف لائے۔ بچی کو گود میں لیا تو ٹپ ٹپ آنکھوں سے آنسو مبارک گرنے لگے کہ یہ شبیہ خدیجہؓ ہے اور یہ زین اب یعنی باپ کی زینت ہے۔ انہوں نے اس خوبصورت گھرانے کی روایات کے ساتھ ہی پرورش پائی۔ حضرت فاطمہؓ کے متعلق اقبال فرماتے ہیں کہ:

آن ادب پروردہ صبر و رضا　　　آسیا گردان و لب قرآن سرا

(آپؑ نے صبر و رضا کی ادب گاہ میں پرورش پائی تھی، ہاتھ چکی پیستے اور لبوں پر قرآن کی تلاوت ہوتی تھی۔)

وہ چکی پیستے وقت قرآن کی تلاوت کر رہی ہوتی تھیں۔ یہی آداب اپنی ہونہار بیٹی کو بھی سکھائے۔ تلاوت کرتے وقت ایک دن سر سے اوڑھنی ڈھلک گئی، حضرت فاطمہؓ نے توجہ دلائی کہ بیٹا اللہ کا کلام ننگے سر نہیں پڑھتے۔ ایک دن بچوں کی آپس میں لڑائی ہوگئی تو اماں فاطمہؓ نے سرزنش کی کہ اللہ لڑنے والوں سے ناراض ہوجاتا ہے، تو بچوں نے فوراً صلح کر لی اور عہد کیا کہ آئندہ نہیں لڑیں گے۔ امی نے خوش ہو کر گلے لگایا۔

★...★...★

پیارے نانا جان کی جدائی

حضور نبی کریمؐ کے دنیا سے رخصت ہونے کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنی لختِ جگر حضرت فاطمہؓ کو کہا کہ بچوں کو بلاؤ۔ اپنے شفیق نانا کو دیکھ کر بچے رونے لگے۔ حضرت زینبؓ نے سینہ مبارک پر سر رکھا اور سسک پڑیں۔ آپ ﷺ نے ان کا ماتھا چوما اور دلاسا دیا۔ حضور ﷺ کی رحلت کے وقت حضرت زینبؓ چھ سال کی تھیں اور صرف چھ ماہ کے بعد شفیق ماں کی شفقت سے بھی محروم ہوگئیں۔ ان پے در پے صدمات کی وجہ سے ننھی زینبؓ بہت غمگین رہنے لگیں۔ حضرت علیؓ نے تعلیم و تربیت کی ذمہ داری خود سنبھالی اور جب معلم ''شیر خدا اور علم کا دروازہ'' ہو، تو شاگردوں کی خوش بختی کا کیا ٹھکانہ۔ چنانچہ قلیل عرصہ میں اپنے بچوں کے سینے علم و حکمت کے موتیوں سے بھر دیئے۔

آگہی اور شعور کی منزلیں

حیدر کرارؓ شعلہ بیان خطیب تھے۔ وہ اپنے خطبات میں فصاحت اور بلاغت کے دریا بہا دیتے تھے۔ حضرت زینبؓ کو یہی فصاحت اور بلاغت ورثے میں نصیب ہوئی تھی۔ تاریخ میں حضرت زینبؓ کے یہ خطبات محفوظ ہوئے ہیں اور انہیں پڑھ کر ہر آنکھ اشکبار ہو جاتی ہے۔ حضرت علیؓ نے اپنا علم حتی الامکان حد تک حضرت زینبؓ کے قلب میں انڈیل دیا تھا۔ وہ کوفہ میں قیام پذیر تھیں اور خواتین ان کے حلقہ درس میں علم کے موتی چنتی تھیں۔ ایک دفعہ وہ چند عورتوں کو سورہ مریم سے کھیعص کی تفسیر بیان فرما رہی تھیں کہ شیر خداؓ تشریف لے آئے اور غور سے اپنے جگر گوشے کا درس سنتے رہے۔ اختتام پر اپنے سینے سے لگایا اور کہا کہ تمہارا اتنی عمدگی سے کلام الٰہی کی تفسیر کو بیان کرنے سے میرا دل خوشی سے بھر گیا ہے۔ اپنے اس والد سے تعلیم پا کر، جسے سردارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم کا دروازہ قرار دیا تھا، حضرت زینب الکبریٰؓ علم و آگہی اور شعور کی منزلیں طے کرتی رہیں۔ یہاں تک کہ لوگ ان کو ثانی زہرا پکارنے لگے کہ وہ عقل فراست، حق گوئی و جرأت، زہد و تقویٰ، عفت و عظمت اور شب زندہ داری میں اپنی جلیل القدر امی حضرت فاطمہ الزاہراؓ کی طرح ہو گئی تھیں۔ حضرت زینبؓ اُمت کی بیٹیوں کے لیے علم و فضل کا مینارہ نور بن گئی ہیں۔ آگہی و شعور کی منزلوں کی طرف گامزن رہنا حضرت زینبؓ کا اسوہ ہے۔ علم و حکمت کے موتیوں سے دامن بھرنا اور تعلیم و تربیت کی دولت سے مالا مال رہنا اُن کا سبق ہے۔

......*

میں ثانی زہراؓ ہوں

جمادی الاولیٰ ۵ ہجری میں خاندان نبوت کے ہاں ایک شہزادی نے جنم لیا جسے زینب یعنی باپ کی زینت کا نام دونوں جہانوں کے سردار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا۔ ان کی کنیت اُم الحسن یا بروایت دیگر اُم کلثوم تھی۔ واقعہ کربلا کے بعد ان کی کنیت اُم المصائب بھی مشہور ہوگئی۔ ان کے چند مشہور القاب یہ ہیں:

ثانی زہرا، شریکۃ الحسین، ولیۃ اللہ، خاتون کربلا، اُم المصائب، راضیۃ بالقدر والقضاء، فہیمہ، فصیحہ، ناموس الکبریٰ، صدیقۃ الصغریٰ، عالمہ غیر معلمہ، زاہدہ، فاضلہ، عابدہ، امینۃ اللہ، قرۃ عین المرتضیٰ، شجاعۃ بلیغہ۔

دراز قد اور بہت خوبصورت تھیں۔ چہرہ مبارک میں اپنے عظیم نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جلال اور چال ڈھال اور طور اطوار میں حیدرؓ کا وقار لیے ہوئے تھیں۔ تاریخ اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ علم و فضل کے مرتبے میں کوئی بھی قریش کی لڑکی اس شہزادی کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔

حضرت زینبؓ کے بہت زیادہ رشتے آتے تھے مگر حضرت علیؓ المرتضیٰ نے تمام رشتوں کو واپس کر کے حضرت

جعفر طیارؓ کے بیٹے عبداللہ سے حضرت زینبؓ کا نکاح کر دیا جن کی پرورش حضور ﷺ نے کی تھی۔ وہ صورت اور سیرت میں بے مثال تھے۔ تجارت میں بہت ماہر تھے اور متمول لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ مہر کی رقم میں مؤرخین کا اختلاف ہے ایک روایت میں ۴۸۰ درہم اور ایک میں ۴۰۰۰۰ درہم بیان کیا گیا ہے۔ شادی کے بعد ایک مثالی جوڑے کی طرح حضرت زینبؓ اور حضرت عبداللہ نے ایک دوسرے کی دلجوئی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور بہت خوشگوار زندگی گزاری۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے تھے کہ زینبؓ بہترین گھر والی ہیں۔

دونوں فیاض اور فراخ دل کے مالک تھے اور کبھی کبھی غیر مستحق لوگ بھی ان کی کشادہ دلی سے فائدہ اُٹھاتے تھے، ایک دن امام حسینؓ نے اُنھیں ٹوکا تو فرمایا کہ ''عزیز بھائی، سائل کو دیکھ کے بے چین ہو جاتا ہوں اور جب اللہ کے بندوں میں اس کا مال تقسیم کر دیتا ہوں تو مطمئن ہو جاتا ہوں''۔ آج کی نئی نسل کے لیے حضرت زینبؓ نے یہ پیغام دیا کہ دولت کی ریل پیل ہو، شوہر بہت زیادہ آسائش اور سہولت فراہم کر رہا ہو یا تنگی وعسرت ہو، تمام حالات میں تکبر، غرور اور ناشکری کو قریب بھی نہ پھٹکنے دینا اور صبر وقناعت سادگی اور شکرگزاری کے رویوں سے اپنے گھر کو جنت کا نمونہ بنانا ہے۔

★...★...★

صدمات کا آغاز

رمضان المبارک ۴۰ ہجری کو ایک شقی القلب خارجی عبدالرحمٰن ابن ملجم نے حضرت علیؓ پر قاتلانہ حملہ کیا اور اپنی زہر آلود تلوار کے بھرپور وار کر کے اُنھیں شدید زخمی کر دیا۔ مسلمانوں نے ابن ملجم کو گرفتار کر لیا اور حضرت زینبؓ نے اُنھیں دیکھا تو زخمی شیرنی کی طرح بپھر اٹھیں اور کہا کہ اللہ کے دشمن! تو نے امیر المؤمنین کو زخمی کر ڈالا۔ ابن ملجم نے طنز سے جواب دیا کہ تمہارے باپ کو! حضرت زینبؓ نے جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ اللہ ان کا مددگار ہے، تم ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

ابن ملجم نے شقاوت سے کہا کہ پھر تم کیوں فریاد کرتی ہو؟؟ میں نے اپنی تلوار کو زہر پلایا ہے۔

اسی زخم سے حضرت علیؓ دنیا سے تشریف لے گئے اور حضرت زینبؓ پر ایک کوہ گراں ٹوٹ پڑا، لیکن یہ تو ابھی صدمات کا آغاز تھا۔ ۴۹ھ یا ۵۰ھ میں انھیں اپنے بڑے بھائی کی شہادت کا غم سہنا پڑا، اس وقت وہ مدینہ میں رہائش پذیر تھے۔

★...★...★

کرب وبلا کی جانب

ایک روایت میں ہے کہ نو اور دس محرم کی درمیانی شب حضرت امام حسینؓ نے کچھ درد انگیز اشعار پڑھے تو حضرت زینبؓ پر رقت طاری ہوگئی اور کہنے لگیں:

''کاش میں آج کا دن دیکھنے کے لیے زندہ نہ ہوتی، ہائے میرے نانا ﷺ، میرے باپؓ، میری ماں، میرے بھائی حسنؓ سمیت سب ہم سے رخصت ہو گئے۔ اے پیارے بھائی! آپ ہی ہماری آخری امیدوں کا سہارا ہیں۔ ہم آپ کے بغیر کیسے زندہ رہیں گے۔''

یہ سن کر امام حسینؓ پر رقت طاری ہوگئی اور فرمانے لگے:

''اللہ باقی ہے اور سب کی سب کائنات فانی ہے۔ اللہ تسکین دینے کا آخری سہارا ہے۔ ہمارے نانا خیر الخلائق ہیں۔ ان کی زندگی نمونہ کاملہ ہے۔ تم ان کے اسوہ پر عمل کرنا۔ اگر میں راہ حق میں کام آجاؤں تو میرے غم میں نہ بین کرنا، نہ چہروں کو نوچنا، نہ گریبان پھاڑنا''۔

کربلا کی تاریک آخری شب کو جب سب نوجوان ایک ایک کر کے قربان ہو گئے تو اہل خانہ حسینؓ کی باری آئی اور جب عزیز از جان بھتیجے کی لاش کو دیکھا تو خون آلود نعش سے چمٹ کر بیٹھ گئیں۔ جب سب جوان ایک ایک کر کے شہید ہو گئے تو حضرت زینبؓ نے اپنے نوخیز فرزندوں کو مقتل میں بھیجا۔ عونؓ و محمدؓ اس شان سے لڑے کہ قبیلے کا سر فخر سے اونچا کر دیا۔

شاہ است حسینؓ، بادشاہ است حسینؓ

واقعہ کربلا پر مورخین تبصرہ کرتے ہیں کہ شہادت دو طرح کی ہوتی ہے: ایک اپنے جسم کو اللہ کی راہ میں قربان کرنا اور دوسرے اپنی زبان کو اللہ کے راستے میں شہادتِ حق کے فریضے میں کھپا دینا۔ خاندانِ نبوت نے ان دونوں لحاظ سے رہتی دنیا تک اپنا نام امر کر دیا۔

محققین کہتے ہیں کہ اگر حضرت زینبؓ نہ ہوتیں تو امام حسینؓ کی اتنی بڑی قربانی دنیا کی نظروں سے اوجھل رہتی۔ جنت کے نوجوانوں کے سردار اور قافلہ شہداء کے سالار عشق امام حسینؓ نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے حق کو ہمیشہ کے لئے سر بلند کر دیا۔ اور شیر خدا کی شیر دل بیٹی حضرت زینبؓ نے اپنے خطبات، اپنی جرأت و اظہار کے طریقوں سے اس واقعہ کو دنیا میں امر کر دیا۔ عونؓ و محمدؓ کی شہادت کے بعد خانوادہ نبوت کے نوجوان ایک ایک کر کے مقتل کی طرف گئے اور واپس نہ آئے۔ سیدنا امام حسینؓ بے بس اور اکیلے رہ گئے۔ امام زین العابدینؓ بیمار تھے اور لڑنے کے قابل نہ تھے، ان کو اور تمام قافلے کو حضرت زینبؓ کے سپرد کر کے میدان کی طرف بڑھے۔ انتہائی رنج و غم کی حالت میں تھے، کتنے گھنٹوں سے پیاسے تھے، اپنے نوجوان لاشوں کی وجہ سے دل فگار تھے، مگر حضور نبی کریم ﷺ اور اللہ کی تلوار کا خون رگوں میں تھا۔ انتہائی بہادری

سے لڑے اور آخری وقت میں فرمایا کہ ''اے اللہ! تجھ سے فریاد کرتا ہوں، تیرے حبیب ﷺ کے نواسے کے ساتھ جو کچھ کیا جارہا ہے۔۔۔''۔ حضرت زینبؓ نے یہ دل کو چیر دینے والا منظر دیکھا تو بے تاب ہو گئیں اور شامی فوج کے سردار عمر بن سعدؓ کو پکارا: ''اے عمر بن سعدؓ کیا قیامت ہے کہ ابو عبداللہؓ قتل کیے جارہے ہیں اور تم تماشا دیکھ رہے ہو۔'' وہ فرطِ ندامت سے رونے لگا مگر اس کی قسمت میں یہ ظلم لکھا ہوا تھا۔ حضرت زینبؓ نے اپنے ماں جائے کی لاش کو مقتل میں خاک و خون میں غلطاں دیکھا۔ شامی فوج کے بدبختوں نے اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں تلے سب شہداء کو روند ڈالا اور پھر خیموں کا رخ کیا۔ ایک بدبخت نے چاہا کہ بیمار جوان حضرت امام زین العابدینؒ کو بھی شہید کر ڈالیں مگر حضرت زینبؓ نے شجاعت کی داستان رقم کی اور ڈھال بن کر کھڑی ہو گئیں کہ:

''میرے ہوتے ہوئے کوئی اسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا''

انکی شجاعت اور دلیری کی وجہ سے کوئی ان خیموں میں کچھ بھی نہ کر سکا۔ تاریخ کے اوراق میں کسی خاتون کی اتنی جرأت اور بہادری کی داستان رقم نہیں ہو سکی۔

......*

شام غریباں اور زینبؓ کا کردار

حضرت امام حسینؓ نے کربلا کے آخری معرکے میں جانے سے پہلے اپنی عزیز بہن کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا کہ:

''زینبؓ صبر کرنا، اللہ سے سکون طلب کرنا، سب دنیا فانی ہے سوائے اللہ رب العالمین کی حیی و قیوم ذات کے، اپنے مہربان نانا کی سیرت ہمارے لیے نمونۂ عمل ہے، اسی کی پیروی کرنا، تمہیں اللہ کی امان میں دیتا ہوں۔ پیاری بہن اگر میں اللہ کے راستے میں شہید کر دیا جاؤں تو میرے ماتم میں نہ گریبان پھاڑنا، نہ چہرے کو نوچنا اور نہ بین کرنا۔''

حضرت زینبؓ نے اپنے عظیم بھائی کے قافلے کے نوجوانوں کو بے گور و کفن دیکھا تو فرطِ الم سے نڈھال ہو گئیں مگر تاریخ ان خونچکاں واقعات میں اُن کے یہ الفاظ رقم کرتی ہے کہ:

''اے میرے عظیم نانا صلی اللہ علیہ وسلم آ کر دیکھیں کہ آپ کے حسینؓ کو اس کربلا کے میدان میں کیسے تہہ تیغ کر دیا گیا ہے، اس کا جسم پارہ پارہ کر دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کی بچیاں پابند سلاسل ہیں، آپ ﷺ کی اولاد کو قتل کر کے گرم ریگ زار میں پھینک دیا گیا ہے، خاک و خون میں غلطاں آپ ﷺ کی اولاد کو قیدی بنا کر ہنکایا جارہا ہے۔''

آپ کے یہ الفاظ سن کر تمام مجمع بلند آواز میں رونے لگ گیا۔ جب یہ لٹا پٹا قافلہ کوفہ میں داخل ہوا تو اس بے

بس قافلے کو دیکھ کر لوگ گریہ کرنے لگے تو حیدر کرار ؓ کی بیٹی کے ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے اور شیرنی کی طرح گرج کر کہا:

''لوگو اپنی نظریں نیچی کرو، یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لٹی پٹی اولاد ہے۔'' اے کوفیو! اے غدارو، اے اپنی عہد و وفا کا پاس نہ رکھنے والو، اللہ تمہاری ناکوں کو خاک آلود کرے اور اللہ تمہیں ایسے ہی روتا رکھے، تم نے اسی عورت کی طرح معاملہ کیا کہ جو سوت کاتتی ہے اور پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ضائع کر دیتی ہے۔ تم نے میرے بھائی کو خود ہی بلایا، اس کی بیعت کی اور پھر خود ہی اس سے دھوکہ کر کے اسے قتل کر ڈالا۔ تمہارے دلوں میں کینہ، بغض، کھوٹ اور دغا بھرا ہوا ہے۔ تمہاری سرشت میں، جھوٹ، خوشامد، دغا اور مکاری رچی بسی ہے۔ تم نے اپنے نامۂ اعمال میں بہت برا آگے بھیجا ہے، تم نے جوانانِ جنت کے سردار اور جگر گوشۂ رسول ﷺ کو قتل کر کے قہر الٰہی کو آواز دی ہے۔

یاد رکھو اے کوفہ کے لوگو! تم نے ایک گناہ کبیرہ کا ارتکاب کر کے اللہ کے غضب کو للکارا ہے، اس کے ہاں دیر ہے، اندھیر نہیں۔ بے شک تمہارا رب نافرمانوں کے لیے گھات لگائے ہوئے ہے۔'' کوفیوں کی ندامت کا کوئی حال نہ تھا مگر حضرت زینب ؓ کے دل پگھلا دینے والے خطبات کو سن کر ان کے اشک رواں ہو جاتے تھے مگر کیا کر سکتے تھے۔

فصیح العرب حزلم بن کثیر علیؓ کی بیٹی کی فصیح اللسانی دیکھ کر پکار اٹھا:

''واللہ اے بنت علیؓ! تمہارے بوڑھے سب بوڑھوں، تمہارے جوان سب جوانوں سے، تمہاری عورتیں سب عورتوں سے اور تمہاری نسل سب نسلوں سے بہتر ہے جو حق بات کہنے میں کسی سے خوف نہیں کھاتی۔''

واقعہ کربلا میں حضرت زینب ؓ کی ذات اقدس محض ایک بہن کی نہیں، صرف ایک ماں کی نہیں، صرف ایک مجاہدہ اور خطیبہ کی نہیں ہے بلکہ زینب ؓ نام ہے اس عظیم الشان کردار کا جس نے کربلا میں بیک وقت بہت سے کرداروں کو ایک سانچے میں ڈھالتے ہوئے دین حق کی سربلندی میں ایک عظیم عورت کے لافانی کردار کی تشکیل ہے۔

کربلا میں ہر موڑ پر آپ نے قدم قدم پر مزاحمت کی ایک لاثانی داستان رقم کی ہے۔ انہوں نے اپنی بے مثال شرکت کا ثبوت دیتے ہوئے انسانی تاریخ میں حق کی سربلندی کی خاطر برپا کیے گئے معرکے میں جدوجہد اور سرفروشی کی تاریخ مرتب کی اور اس واقعے کو انقلاب کا استعارہ بنا دیا۔ ستاروں سے کہکشاؤں تک کے اس سفر میں جتنا بڑا کردار حضرت امام حسین ؓ کا ہے، اتنا ہی لازوال اور بے مثال کردار جنابہ بنت فاطمہ ؓ کا بھی ہے۔

......*

ہر دور کے یزید کو شرمسار کرنے والے خطبات

حضرت زینبؓ کے خطبات کوفہ وشام کے درباروں میں لوگوں کو حیدر کرارؓ کی یاد دلاتے رہے اور آج بھی مظلوم لوگوں کی آواز بنے ہوئے مزاحمت کی راہ پر چلنے والوں کے لیے مشعل راہ کا کام دیتے ہیں!

اسیران اہل بیت جب ابن زیاد کے دربار میں پیش کیے گئے تو ابن زیاد نے بڑی نخوت سے پوچھا کہ یہ عورت کون ہے؟ لونڈی نے جواب دیا کہ زینب بنت علیؓ ہیں۔ ابن زیاد نے کہا کہ اللہ نے تمہیں رسوا کردیا۔ حضرت زینبؓ نے بہت دلیری سے جواب دیا کہ!

''اللہ کا احسان اور حمد ہے جس نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہمیں عزت بخشی، تم فاسق لوگ رسوا ہوئے ہو اور عنقریب جھٹلائے جاؤ گے۔'' ابن زیاد نے پھر ایک نشتر چلایا اور کہا کہ دیکھا تمہارے بھائی اور اس کے ساتھیوں کا کیا حشر ہوا۔ حضرت زینبؓ بول اٹھیں۔

''اللہ نے انہیں شہادت کا بلند مقام عطا کیا اور عنقریب حشر برپا ہونے والی ہے اور تم سب اللہ رب العالمین کے سامنے تنہا کھڑے ہوگے اور عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا کہ تمہارا کیا حشر ہونے والا ہے۔''

ابن زیاد سرکشی میں بدمست ہوکر بولا کہ میرا دل ٹھنڈا ہوگیا ہے تو اُم المصائب بے اختیار گریہ کرنے لگیں اور فرمایا کہ!

''تم نے ہمیں ہمارے گھروں سے دربدر کیا، ہمارے بوڑھوں کو قتل اور ہمارے جوانوں کو خون میں نہلا دیا، ہماری جڑوں کو اکھاڑ کر تمہارا دل ٹھنڈا ہو گیا نا!''

اس کے بعد وہ امام زین العابدینؓ کی طرف آیا اور کہا کہ اسے کیوں نہیں قتل کیا گیا اور انہیں شہید کرنے کا حکم دیا۔ حضرت زینبؓ شیر کی طرح دھاڑیں کہ مجھے قتل کرکے ہی اس تک پہنچ سکتے ہو اور امام زین العابدینؓ سے چمٹ گئیں۔ اس کے بعد طویل سفر کرا کر اس بے کس و بے خانماں قافلے کو دمشق پہنچایا گیا اور روایت میں آتا ہے کہ تین دن کے بعد یزید کے دربار میں پیش کیا گیا۔

ایک درباری نے فاطمہ بنت حسین کو قبضے میں لینا چاہا تو حضرت زینبؓ تڑپ اٹھیں کہ!

''پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں سے کوئی بھی کسی کو لونڈی نہیں بنا سکتا۔''

اتنے میں حضرت امام حسینؓ کا سر مبارک یزید کے دربار میں پیش ہوا! اور وہ بی بی سے کہنے لگا کہ کیا تمہارا بھائی یہ نہیں کہتا تھا کہ میں یزید سے بہتر ہوں اور میرا باپ یزید کے باپ سے بہتر تھا۔ حضرت زینبؓ نے کمال دلیری سے جواب دیا کہ میرا بھائی ٹھیک کہتا تھا۔ یزید نے کہا کہ تمہارے آباؤاجداد تو میرے آباؤاجداد سے بہتر تھے مگر تمہارے باپ اور تمہارے بھائی کے لیے تو سب کو معلوم ہوگیا کہ اللہ نے کس کے حق میں فیصلہ دیا۔

اس پر بی بیؓ نے جو قرآن کی عالمہ تھیں۔ آیات الٰہی سے بھرپور ایک ایسا خطبہ دیا جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ انہوں نے بڑی شجاعت وشہامت کے ساتھ اپنے خاندان اور مادر گرامی حضرت فاطمہ الزہراؓ کی اولاد ہونے کا فخریہ ذکر کرتے ہوئے کہا کہ!

''اس اللہ کا شکر ہے کہ جس نے پیغمبرؐ کے ذریعے ہمیں شرف وکمال عطا کیا اور ہر طرح کے نجس وناپاکی سے ہمیں پاک اور پاکیزہ رکھا۔'' اے یزید تیری یہ عیش وعشرت کی زندگی جلد ختم ہونے والی ہے اور تیری یہ بادہ نوشی و مدہوشی عارضی اور چندروزہ ہے۔ عنقریب میرا رب تجھ سے کڑا احساب لینے والا ہے۔ یہ دنیا اور اس کی چندروزہ زندگی گناہگاروں کی رسی دراز کرتی ہے کہ وہ اپنے نامۂ اعمال میں کچھ اور گناہ بھر لیں اور اپنے لیے زیادہ عذاب جمع کریں۔

کربلا کی شیر دل بی بیؓ نے بارہا اپنے خطبوں میں یزید وابن زیاد کو ذلیل وخوار کیا اور ان کی کھل کر مذمت کی اور ان کی قرآن کے احکام سے دشمنی کو آشکار کیا اور ایک جگہ فرمایا:

''اے یزید! اگر مصائب اور آلام نے ہمیں اس منزل پر لا کھڑا نہ کیا ہوتا تو میں کبھی تجھ سے بات نہ کرتی۔ میں تیری ظاہری رعب وداب کو تیری حقیقی حالت سے بہت زیادہ پست سمجھتی ہوں۔ میں آج مجبوراً تم سے مخاطب ہوں مگر میرا اللہ ہمیں زیادہ عرصے تک اس حالت میں نہ رکھے گا۔ ہمارے مقاصد ضائع نہ ہوں گے اور تو اپنے کیے پر جلد پچھتائے گا۔ تیرے کارندوں نے آل رسولؐ کو بے دردی سے ذبح کیا ہے اور اہل بیت کی بے حرمتی کی ہے مگر ہم جلد ہی اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہو کر اُن مصائب کو بیان کریں گے جو تو نے ہم پر روا رکھے۔ وہاں ظالموں سے بدلہ لیا جائے گا۔ حسینؓ اور اس کے ساتھی شہید ہیں اور شہید مرتے نہیں، زندہ ہوتے ہیں۔ میرا منصف مالک رب عنقریب تمہارے لیے یوم حساب برپا کرے گا اور وہ ہمارا بدلہ لے گا، وہی ہمارا امیدوں کا مرکز ہے اور اسی کے سامنے اپنی درماندگی کی فریاد لے کر حاضر ہیں۔''

علیؓ فاتح خیبر کی بیٹی کی گونجدار آواز کے اس خطبے نے سب درباریوں کو دہلا کر رکھ دیا اور یزید نے خوفزدہ ہو کر خواتین کے اس قافلے کو مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔ حضرت نعمان بن بشیر انصاریؓ قافلہ کی حفاظت پر مامور کیے گئے۔

★...★...★

لٹے پٹے قافلے منزل کی تلاش میں

جب قافلہ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا تو حضرت زینبؓ نے فرمایا ’’محملوں پر کالی چادروں کا پردہ ڈال دو کہ دیکھنے والوں کو معلوم ہو کہ زہراؑ کی خستہ حال اولاد جا رہی ہے۔‘‘

کربلا کے راستے میں بزرگ صحابی حضرت جابر بن عبداللہ انصاری اور بنو ہاشم کے کچھ سرداروں کو دیکھا تو فرط الم سے پکار اٹھیں۔ ’’اے بنو ہاشم تمہارے چاند کا ٹکڑا چلا گیا۔ اے میرے نانا کے ساتھیو!‘‘ آپ نے جس بچے کو کبھی اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کاندھوں پر دیکھا تھا اس کے مبارک جسم کو گھوڑوں کی سموں تلے روند ڈالا گیا۔‘‘

رنج و الم سے بھرپور اور گریہ کرتے ہوئے یہ خواتین مدینہ منورہ پہنچیں تو فاطمۃ الزہرا کی پھول کلیوں نے حضرت نعمان بن بشیرؓ کو اپنی چوڑیاں عوض میں پیش کیں اور وہ اشک بار ہو گئے کہ میرا اجر ضائع نہ کریں۔ پورا مدینہ بی بی اور اس دلفگار قافلے کی دلجوئی کے لیے اُمڈ آیا تھا۔ روضہ رسولؐ پر حاضری ہو کر بی بی زینبؓ کی گریہ وزاری سے سب لوگ آہ وزاری سے رونے لگے۔

انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر حاضری دی اور فرمایا ’’ہمارے شفیق نانا جان ﷺ! میں آپ کو آپ کے شہزادے کے قتل کی خبر لائی ہوں۔ آپ کی اولاد کو قیدیوں کی طرح کوفہ اور دمشق میں پھرایا گیا ہے۔‘‘

حضرت زینبؓ کے ان الفاظ نے سب کو درد سے بے قرار کر دیا اور وہ سب کو صبر کی تلقین کرنے لگیں اور فرمایا: ’’یزید یہ جان لے کہ دنیا کی زندگی بہت ہی مختصر ہے اور یہ دولت اور عیش و عشرت کی زندگی اسی طرح ختم ہو جائے گی جس طرح ہماری دنیوی مصیبتیں اور مشکلیں ختم ہو جائیں گی۔ کامیابی و کامرانی ہمارے قدم چومے گی کیونکہ ہم حق کے راستے پر گامزن ہیں۔‘‘

★...★...★

جنت کی مسافر

امام حسینؓ کی شہادت کے بعد بی بی زینبؓ نے اپنے بھائی کا حسینی پیغام دنیا کی یزیدی قوتوں کے خلاف زور و شور سے دنیا والوں تک پہنچایا اور اپنی خداداد فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیئے۔ وہ مزاحمت کا علم بلند رکھے ہوئے تھیں اور ڈیڑھ سال بعد ہی جنت کی یہ مسافر اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئیں۔

ان کی آخری آرام گاہ کے بارے میں تین روایتیں ہیں کہ ایک روایت کے مطابق وہ مدینہ منورہ میں تھیں جب داعی اجل کو لبیک کہا۔ ایک اور روایت کے مطابق وہ مدینہ منورہ میں اپنی فصیح البیانی کی وجہ

سے بہت مشہور ہوگئیں تھیں اور یزید کو یہ ڈر لاحق ہوگیا کہ لوگ ان کے خلاف اٹھ نہ کھڑے ہو جائیں تو انہیں حکم دیا کہ وہ مدینہ منورہ چھوڑ دیں۔ پہلے تو وہ راضی نہ ہوئیں مگر پھر کچھ بڑوں کے سمجھانے بجھانے سے اپنی قرابتدار خواتین کو لے کر مصر چلی گئیں۔ وہاں کے گورنر حضرت مسلمہ بن مخلد انصاری ؓ نے ان کی بڑی تکریم کی اور وہ وہیں پر انتقال کر گئیں۔

اور ایک تیسری روایت کے مطابق حضرت بی بی زینب ؓ اپنے شوہر عبداللہ بن جعفر ؓ کے ساتھ شام چلی گئیں۔ دمشق کے پاس حضرت عبداللہ ؓ کی کچھ زمینیں تھیں وہاں پہنچنے کے بعد بیمار ہوگئیں اور وہیں رحلت فرمائی۔ ان کا شام کا مزار آج بھی مرجع خلائق ہے۔

حضرت زینب ؓ حقیقی معنوں میں زین اب یعنی باپ کی خوبصورتی اور زینت اور فخر تو تھیں ہی مگر وہ ایک فرد نہیں بلکہ اپنے پاکیزہ وجود میں ایک عظیم کائنات کو سمیٹے ہوئے ہیں۔ وہ ایک ایسی پاکیزہ ہستی تھیں جن سے اُمت کی بیٹیاں جرأت وشجاعت کا پرچم بلند رکھنے کا درس سیکھتی رہیں گی۔ صبر واستقامت کا کوہ گراں تھیں، دنیا بھر کی حریت پسند عورتوں کے لیے مینارۂ نور ہیں اور انقلاب کربلا کا علم اٹھائے ہمیشہ حق وباطل کے معرکہ میں حق کا ساتھ دینے کا سبق سکھاتی رہیں گی۔ عقیلہ بن ہاشم کی سیرت آنے والے زمانوں میں باطل کو چیلنج کرنے اور باطل کے خلاف مزاحمت اور ڈٹ جانے کا پیغام ہے۔ سیدہ کی یہ مبارک زندگی ہمارے لیے نمونہ عمل ہے کہ ہم اس سے روشنی کشید کر کے اپنے خوابیدہ شعور کو آگہی سے منور کرسکیں۔ اور اپنی بیٹیوں کو یہ بھولے ہوئے اسباق تازہ کرا کر منزل کی طرف بڑھانے کا حوصلہ دلاسکیں۔ حق وباطل اور کرب وبلا کا دور آج بھی برپا ہے۔ آئیں ہم یہ سبق تازہ کرلیں۔

آیات حق کی چھاؤں میں عصمت کا پھول تھیں۔

زینب کہیں علی تھیں کہیں پر بتول ؓ تھیں
اسلام کا سرمایۂ تسکین ہے زینب ؓ
ایمان کا سلجھا ہوا آئین ہے زینب ؓ
حیدر کے خدو خال کی تزئین ہے زینب ؓ
تطہیر میں زہرا ؓ ہے تیور میں علی ؓ ہے

محسن نقوی

نوٹ: اس کتابچے کی تیاری میں طالب ہاشمی کی کتاب سیرت فاطمۃ الزہرا ؓ اور تذکارِ صحابیات سے مدد لی گئی ہے۔

★...★...★